© rasailojaraid.com

تجاویز برائے تعلیم "مختصر القدوری" و "کنز الدقائق"

حضرت مولانا مفتی محمد مجاہد شہیدؒ
سابق مفتی جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

ہمارے ہاں فقہ میں دو ہی مندرجہ بالا متن شامل نصاب ہیں۔ انہی دو میں مسائل کا بنیادی فہم پیدا کیا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں متن اتنے عمدہ اور جامع ہیں کہ ان کی تعلیم حسنِ سلیقہ اور کامل توجہ کے ساتھ ہو تو طلباء میں فقہی درک اور بصیرت پیدا ہو سکتی ہے، اس کے بعد "شرح وقایہ" اور "ھدایہ" تحلیہ اور نقش نگاری کا کام کریں گے۔ اس سلسلے میں چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔

۱۔ دونوں متن اتنے ضخیم ہیں کہ ایک ہی گھنٹے میں ان کے تمام ابواب تسلی بخش طریقے سے نہیں ہو پاتے، ہوتا یہ ہے کہ ہر کتاب میں ابتدائی چند ابواب خوب اچھی طرح پڑھائے جاتے ہیں اور آخری ابواب ہر کتاب میں تشنۂ تکمیل رہ جاتے ہیں۔ اس لیے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں متون کے ابواب کی تعلیم اس ترتیب سے ہو۔

قدوری: از ابتداء تا کتاب الھبۃ، باستثناء کتاب الشرکۃ اہمیت سے ہو اور ہدایۃ النحو کے بعد والے حصے میں کتاب القضاء، الدعویٰ، الشہادۃ خاص اہمیت سے پڑھائے جائیں۔

کنز: پہلے کتاب النکاح تا ابتداء کتاب البیوع، بعدہٗ باب الحقوق، الاستحقاق، بعدہٗ از کتاب المکاتب تا ختم مسائل شتی (باستثناء کتاب الشفعہ الرہن)۔ یہ ابواب خاص اہمیت سے پڑھا کر پھر باقی ابواب پڑھائے جائیں۔

۲۔ جیسے ہمارے ہاں قدوری کا کچھ حصہ ہدایۃ النحو کے بعد ہوتا ہے، ایسے ہی ثالثہ میں گنجائش ہے کہ شرح تہذیب اور نفحۃ العرب کے بعد کنز کا کچھ، کچھ حصہ رکھا جائے۔

۳۔ کنز کے رموز حل کرنے کا اہتمام شارحین ومحشین نے بہت کم کیا ہے، بعض ایسے بھی ہیں جو باوجود تتبع کے ملتے بھی نہیں، پھر سب کے یاد کرنے کا طلبہ کو پابند کیا جائے تو ضبط مسائل حنفیہ (جو اصل مقصد ہے) میں رخنہ پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک کتاب میں بطور نمونہ رموز حل کرنے پر اکتفاء کیا جائے۔

۴۔ طلباء میں مسائل کا فہم پیدا کرنے اور ذہن نشین کرانے میں استاد کے اپنے انشراح کا بڑا دخل ہے۔ اگر استاد کو مسائل میں بصیرت اور شرح صدر حاصل ہو تو طلبہ میں مسائل کا عمدہ فہم بسہولت پیدا ہو جاتا ہے۔ خود مسائل میں بصیرت پیدا کرنے کے لیے درج ذیل امور نہایت اہم ہیں: ۱۔ ہر باب شروع کرنے سے پہلے ہی پورے باب کا مطالعہ کر لیا جائے۔ پورا باب دیکھے بغیر اگر باب پڑھانا شروع کر دیا جائے تو بسا اوقات سمجھانے میں دقت ہوتی ہے ۲۔ متعلقہ شروح دیکھنے کے ساتھ ساتھ مسائل کو منقح کرنے کے لیے "الدر المختار" بہ تعاون شامی کا مطالعہ نہایت مفید ہے ۳۔ متون میں بعض مسائل ایسے بھی ہیں کہ وہ مفتیٰ بہا نہیں۔ ایسے مواقع میں شامی اور قریب کے اکابر کے فتاویٰ سے اعانت حاصل کی جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵۔اصطلاحاتِ فقہیہ کی منضبط اور منقح تعریف سمجھا کر امثلہ سے واضح کر دی جائے۔محض اصطلاحات رٹتے رہنا اور رٹاتے رہنا بے فائدہ، بلکہ مضر بھی ہوسکتا ہے۔مثلاً ''کلام الناس'' مفسدِ صلوٰۃ ہے۔یہاں سمجھایا جائے کہ کلام الناس کی حقیقت کیا ہے؟ وغیرہ من الاصطلاحات الکثیرۃ الشائعۃ فی المتون۔

۶۔ان دونوں متنوں میں مسائل کے دلائل بیان کرنے سے اجتناب کیا جائے۔البتہ جو مسائل صورۃً متشابہ ہوں اور حکماً فرق ہو وہاں بنیادی وجہِ فرق کا بیان ضروری ہے۔مثلاً کتاب البیوع میں مبیع میں کمی یا زیادتی کی کئی صورتیں اور ان کے احکام ہیں۔ان صورتوں میں اور ان جیسی دوسری صورتوں میں فرق کی وضاحت ضروری ہے۔

۷۔البتہ ایسے دلائل جو ضوابطِ فقہیہ کی شکل میں ہوں اور ان سے مسائل ضبط کرنے میں یا مسائل کی تسہیل میں مدد ملے، ان کا بیان کر دینا مفید ہوگا۔مثلاً قدوری میں ہے:''ومَن باع أرضا دخل مافیها من النخل والشجر فی البیع وإن لم یسمّه ولایدخل الزرع فی بیع الأرض إلاّ بالتسمیة ''اس کی وجہ یہ ہے کہ شجر متصل للقرار ہے اور زرع متصل للانفصال ہے۔اگر یہی بات آسان تعبیر میں بتادی جائے تو ایک ضابطہ بھی ذہن نشین ہو جائے گا، اور یاد رکھنے میں بھی سہولت ہوگی۔

۸۔مسائل میں روایاتِ کثیرہ منتشرہ سے اجتناب کیا جائے۔اس سے طلبہ کا ذہن الجھنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۹۔متون میں بہت کثرت سے مسائل کو امثلہ سے تعبیر کیا گیا ہے، مگر اس سے مقصود قاعدے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ایسے مواقع میں پہلے قاعدے کی شکل میں مسئلہ یاد کروا کر متن میں مذکورہ صورت کو بطور مثال منطبق کر دیا جائے۔مسئلے کو متن کی مذکورہ صورت تک محدود رکھنے اور قاعدہ نہ بتانے کا نقصان یہ ہوگا کہ اسی مسئلہ کی دوسری صورت سامنے آنے پر طلبہ یہی حکم اس پر منطبق نہیں کر سکیں گے۔مثلاً:''من باع صبرۃ طعام کل قفیز بدرهم۔ إلیٰ قوله۔ ومن باع قطیع غنم کل شاة بدرهم فالبیع فاسد فی جمیعها ''یہاں ''صبرۃ طعام'' سے مثلیات کا حکم اور ''قطیع غنم'' سے قیمیات کا حکم بیان کرنا مقصود ہے۔اگر یہ بات نہ بتائی جائے تو طلبہ کا ذہن گندم اور بکریوں کے حکم تک محدود رہے گا، اس کے علاوہ کسی اور صورت کی تطبیق پر قادر نہ ہوگا۔اس جیسی مثالوں سے متون بھرے ہوئے ہیں۔

۱۰۔مسائل کی تقریر میں عموماً افراط وتفریط ہو جاتا ہے۔بعض اساتذہ وسعتِ مطالعہ کے عادی ہوتے ہیں اور وہ مطالعہ میں دیکھی ہوئی ہر بات کو سبق میں بیان کر دیتے ہیں۔اس سے ان کی قابلیت کا سکّہ تو بن جاتا ہے، مگر غیر ضروری بالائی تقریر سے طلبہ کی صلاحیت ایسی مفلوج ہوتی ہے کہ آئندہ کبھی بھی وہ پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں رہتے۔اس کے برعکس بعض اساتذہ مطالعہ میں قناعت اور کفایت شعاری کے قائل ہوتے ہیں، ان کا مطالعہ حاشیے، شرح تک محدود ہونے کی وجہ سے اپنا ذہن مسائل میں منشرح نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے طلبہ بھی مطمئن نہیں ہوتے۔مسکوت ومبہوت کر دینا اور بات ہے۔اس لیے معتدل طریق یہ ہے کہ استاذ خود تو فن کی کتابوں کا وسیع مطالعہ کر کے فن میں ڈوبے ہوئے ہوں، پھر وہ اپنی تقریر کے لیے ان ضروری باتوں کا انتخاب فرمائیں جن کے بغیر کتاب حل نہ ہوتی ہو یا مسئلہ نامکمل رہتا ہو، پھر نہایت محنت سے سہل تعبیرات اور عمدہ ترتیب پر غور فرمائیں۔ایسی وسیع المطالعہ، محنتی شخصیت کے مختصر، سادہ الفاظ جان دار بھی ہوں گے اور نہایت محتاط بھی اور ان شاء اللہ تعالیٰ طلبہ مطمئن بھی ہوں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۱۔ مسائل میں تسہیل اس حد تک کی جائے کہ فقہی اصطلاحات سے انس برقرار رہے۔ اصطلاحات کے ترجمے کرکے بات سمجھادی جائے، مگر اصطلاحات سے ناواقف رکھا جائے تو اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ طلبہ میں خود کتابوں سے مسائل کے استخراج کی صلاحیت نہ رہے گی۔ اس لیے سادہ الفاظ میں بات سمجھانے کے بعد بالآخر اصطلاحات کے ساتھ ہی یاد کر جائے۔ ''بہشتی زیور'' میں اصطلاحات کے ترجمے کا انداز اختیار کیا گیا ہے، اس لیے کہ اس کتاب کے اصل مخاطب عامۃ الناس ہیں۔ جن کو مسائل سمجھ آجانا ہی کافی ہے، اصطلاحات سے استیناس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مگر طلبہ کے لیے اصطلاحی تعبیرات ضروری ہیں۔

۱۲۔ متون میں بعض ایسی قیود متروک ہوتی ہیں، جن کے معلوم نہ ہونے سے غلط فہمی کا احتمال ہوتا ہے، ایسی قیود بقدرِ ضرورت واضح کردی جائیں۔ اس مقصد کے لیے ''الدر المختار'' مع حاشیہ شامی کا مطالعہ نہایت مفید ہوگا۔ مثلاً: مسائل اثنا عشریہ میں صاحبین کا مسلک یہ لکھا ہے کہ ''تمت صلوتھم'' یہاں واجب الاعادہ ہونے کی تصریح ضروری ہے یا مثلاً قدوری میں ہے: ''من لبس الجرموق فوق الخف مسح علیہ'' ہر جرموق پر مسح جائز نہیں۔ اگر مکمل تفصیل نہ بتائی جاتی تو مطلق سمجھ لینے کی غلطی متیقن ہے۔

۱۳۔ ابواب وکتب کی باہمی مناسبتیں، غیر ضروری عبارتی لطائف وغرائب یا ایسی صرفی، نحوی اور لغوی تحقیقات جن کا فہمِ مسائل اور حلِ عبارت سے کوئی تعلق نہ ہو، یہ چیزیں فنی ذوق ومہارت پیدا ہونے میں مفید نہیں، بلکہ رکاوٹ ہوسکتی ہیں۔ اس لیے ان سے اجتناب کیا جائے۔

۱۴۔ مسائل سمجھاتے ہوئے عام طور پر بات پھیل جاتی ہے، اگر بات یونہی پھیلاؤ میں چھوڑ دی جائے تو طلبہ ضبط نہیں کرسکتے ہیں۔ اس لیے آخر میں انہی باتوں کو یاد کرنے، رکھنے کے لیے مختصر تعبیرات بتادی جائیں۔

۱۵۔ باب میں جو اصطلاحات زیادہ کثرت سے استعمال ہوئی ہوں وہ باب کے شروع ہی میں یکجا کرکے سمجھانا کافی مفید ہوتا ہے۔

۱۶۔ فقہ محض ایک فکری اور نظریاتی علم نہیں، بلکہ عملی اور تطبیقی علم ہے۔ اس لیے طلبہ کے اندر رائج الوقت مسائل پر فقہی احکام کے انطباق کا بنیادی شعور ضرور پیدا ہوجانا چاہیے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے یہ سلسلہ بہت مفید ثابت ہوا ہے کہ ہفتہ میں ایک بار طلبہ کو کچھ سوالات لکھوادیئے جائیں، طلبہ اس کا جواب لکھ کر دکھائیں۔ سوالات کی نوعیت یہ ہونی چاہیے:

(الف) اس ہفتے میں پڑھے ہوئے حصے سے متعلق ہوں (ب) عامۃ الورود مسائل کو اولیت دی جائے (ج) سوالات نہ اتنے ہلکے، پھلکے ہوں کہ بلاتکلف عبارات اس پر منطبق ہورہی ہوں، ان سے دماغ کو تحریک نہ ہوگی۔ نہ اتنے پیچیدہ ہوں کہ ان کے لیے گہرا فقہی استنباط واستخراج درکار ہو۔ ان سے حوصلے پست ہوں گے۔

کبھی سوالات کی بجائے کوئی اور عملی کام دیدیا جائے۔ مثلاً کتاب البیوع کے اختتام پر یہ کام دیا جاسکتا ہے کہ وہ امور جمع کرکے لکھو جن سے بیع فاسد ہوجاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اگر وہ نہ کرسکیں تو راہنمائی کرکے ان کو چلایا جائے۔ مایوس کن باتیں نہ کی جائیں۔ ☆☆☆

© rasailojaraid.com